کی زیر نگرانی "فتویٰ نویسی" کی خدمت انجام دینا شروع کیں اور ۱۳۴۲ھ سے ۱۳۴۳ھ میں آپ نے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں افتاء کا کام انجام دیا۔ اسکے بعد ڈابھیل تشریف لے گئے، جہاں آپ نے عرصہ تک فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی اور اس عرصہ میں آپ نے ملک اور بیرون ملک، اور عالم اسلام سے آمدہ فقہ وافتاء، تفسیر وحدیث سلوک وتصوف کلام وعقائد، وعظ وارشاد، عائلی قوانین اور اسلام کے ازدواجی نظام سے متعلق سینکڑوں سوالات کے جوابات تحریر فرمائے یہ فتاویٰ علوم ومعارف کا بیش بہا خزانہ ہونے کے علاوہ ایک لحاظ سے برصغیر پاک وہند کے ان تمام نظریاتی، سیاسی، معاشرتی رجحانات کی تاریخ بھی ہیں جو کہ گذشتہ ربع صدی میں امت کے مختلف طبقات میں پیدا ہوئے۔ ایک مفتی کے لئے فکری آفاقیت لوگوں کے احوال وتعامل سے واقفیت، عرف کا لحاظ، حدود شرع میں رہتے ہوئے گنجائش نکالنا اور فتویٰ میں آسان پہلو اختیار کرنا سہولت دینا، منشاء سوال کو پوری طرح محسوس کرنا وغیرہ وغیرہ یہ وہ شرائط ہیں کہ جن کا خیال رکھنا مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے چنانچہ آپ کے فتاویٰ میں ان امور کا پوری طرح لحاظ پایا جاتا ہے۔ بعض مرتبہ سوال مختصر ہوتا ہے لیکن جواب میں تفصیل اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طریقہ پر بعض دفعہ سوال مفصل ہوتا ہے لیکن سائل کو محض نفس مسئلہ بتلا دینا، در حکم شرع کا اظہار کافی ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے فن فتویٰ نویسی کے لئے ضروری ان شرائط کا بھی پورا پورا خیال فرماتے ہوئے استفتاء کے جوابات تحریر فرمائے آپ کے فتاویٰ تفسیری نکات، حدیثی اشکالات کے جوابات اور فرق باطلہ کے رد سے متعلق بھی ہیں، اور بعض فتاویٰ فن افتاء کے مشکل ترین باب فرائض اور مناسخہ سے بھی متعلق ہیں ذیل میں بطور نمونہ حضرت مفتی صاحبؒ کے تین فتاویٰ پیش کئے جارہے ہیں، فتویٰ ۱ ملاحظہ ہو۔

## سوال:-

زید ہندہ کے ساتھ نکاح کرکے پردیس چلا گیا، بارہ۱۲ سال تک کچھ خبر نہ لی ہندہ والدین کے یہاں رہی اب زید واپس آگیا کیا اس کی زوجہ اس سے خرچ کا مطالبہ کرسکتی ہے؟ اور گذشتہ سالوں کا نفقہ

لے سکتی ہے؟ (ب) دوسرے یہ کہ سالہائے گذشتہ میں ہندہ نے جو جائداد یا رقم پیدا کی ہو وہ رقم یا جائداد ہندہ کا شوہر اس سے جبراً لے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب** (ا) :- اس صورت میں اگر شوہر گذشتہ نفقہ دینے پر رضامند ہو تو عورت لے سکتی ہے ورنہ نہیں۔ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ نفقہ بغیر قضاء یا رضاء کے دَین (یعنی قرض) نہیں ہوتا پس ظاہر ہے کہ شوہر کے ذمہ گذشتہ نفقہ کوئی قرض نہیں کہ اس کی ادائیگی پر وہ مجبور ہو درمختار میں ہے: والنفقة لا یصیر دیناً إلا بالقضاء او الرضاء ....... الی ان قال لم ینفق علیها بان غاب عنها۔

(شامی صفحہ ۲۵۵ ج ۲-)

(ب) ہندہ نے جو کچھ جائیداد اپنے کسب سے پیدا کی ہو وہ خود اس کی مالک ہے شوہر کو اس پر جبر کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عتیق الرحمٰن عثمانی، معین الافتاء، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۴۳ھ -

مندرجہ بالا فتویٰ میں مفتی صاحبؒ نے شوہر کے غائب ہوجانے کے بعد کے زمانے کے نفقہ کا مدار شوہر کی رضا پر قرار دیا، اور فرمایا کہ شوہر کے غائب رہنے کی مدت کے زمانہ کے نفقہ کی عورت حق دار نہیں البتہ اگر شوہر بخوشی گذرے ہوئے زمانہ کا نفقہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، لیکن عورت گذشتہ زمانہ کے نفقہ کی وصولی کے لئے شوہر کو مجبور نہیں کرسکتی ایسے مسئلہ میں شریعتِ اسلامیہ عورت کو یہ حق دیتی ہے کہ عورت شرعی کمیٹی یا دارالقضاء میں فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے شرعی کمیٹی یا دارالقضاء شرعی قانون کے تحت کارروائی کی تکمیل کے بعد اگر نکاح فسخ کردے تو یہ نکاح فسخ ہوجائے گا۔ (تفصیل حضرت تھانویؒ کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" میں اور مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی کی کتاب "کتاب الفسخ والتفریق" وغیرہ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔)

اسی طریقہ پر حضرت مفتی صاحبؒ کا دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

**سوال** :- ایک شخص نے مغرب کی نماز سے ایک دو منٹ پہلے عصر کی نماز پڑھی تو یہ ممنوع ہے یا مکروہ؟ اور اس نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟؟

**الجواب:** اگرچہ یہ وقت اوقاتِ مکروہہ میں سے ہے مگر اس میں اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے البتہ اس تاخیر اور ادا میں کراہت ضرور ہے لیکن اس کراہت کے باعث اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ اوّل تو فقہاء اس نماز کا اعادہ ضروری قرار دیتے ہیں جو کہ مکروہ بکراہت تحریمی ہو۔ اور یہاں یہ مسلّم نہیں پھر یہ کہ اعادہ کا حکم وقت ہی کے اندر ہے وقت گذرنے کے بعد اعادہ ضروری نہیں، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

وعند احمرار الشمس الی ان تغیب الا عصر یومہ فانہ یجوز اداؤھا عند الغروب وفی الشامی وقیل الاداء مکروہ کما فی النسفی والحاصل انھم اختلفوا فی ان الکراھۃ فی التاخیر فقط دون الاداء فیھما فقیل بالاول الخ وقیل بالثانی وعلیہ مشی فی شرح الطحاوی والتحفۃ والبدائع والحاوی وغیرھا علی انہ المذھب وھو الاوجہ لحدیث مسلم الخ

وفی البحر من باب قضاء الفوائت یومر بالاعادۃ فی الوقت لا بعدہ ونقل العلامۃ الشامی ھذا القول فی بحث کل صلوۃ اُدّیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عتیق الرحمٰن عثمانی

معین الافتاء دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۴۴ھ

مذکورہ بالا فتویٰ غروبِ آفتاب سے کچھ قبل اسی روز کی نماز عصر تنگ وقت میں ادا کرنے سے متعلق ہے اس فتویٰ میں فقہ حنفی کی بنیادی رہنما کتاب، فتاویٰ شامی، البحر الرائق، فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ کے عباراتِ فقہیہ سے غروبِ آفتاب سے کچھ قبل اسی روز کی نماز عصر ادا ہوجانے اور ایسے تنگ وقت میں نماز عصر ادا ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی نماز کے اعادہ واجب نہ ہونے پر دلائل قائم فرمائے گئے ہیں۔

اسی طریقہ پر حضرت مفکرِ ملت کا تیسرا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ اس فتویٰ میں سوال نہایت مختصر ہے لیکن مسئلہ کی نوعیت اور سائل کی حیثیت کے پیشِ نظر حضرت مفتی صاحب نے جواب نہایت مدلّل دیکر

تحریر فرمایا، اور قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی عظیم کتب سے مدلل جواب تحریر فرمایا، چنانچہ فتویٰ سے ملاحظہ ہو، یہ فتویٰ خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھے جانے اور بے نمازی کی بھی نماز جنازہ ادا کئے جانے سے متعلق ہے۔

**سوال :۔** ایک شخص نے خودکشی کی، آیا اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے اور نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو کیا حکم ہے؟

**الجواب :۔**

قاتل نفس کے متعلق حضرت امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے المسلمُ اذا قتل نفسہ فی قول ابی حنیفةؒ ومحمد یغسل و یُصلّی علیہ۔ ج اول ص۱۵۶۔

اور کبیری میں ہے۔ وعندھما یصلّی علیہ واختارہ شمس الائمة الحلوانیؒ لان دمہ ھدر کالمیت حتف انفہ الخ۔

غرضیکہ ائمہ احناف میں سے اکثر کا مذہب یہی ہے کہ قاتل نفس پر نماز پڑھی جائے۔ حنفیہ نے اپنی کتابوں میں بدلائل قویہ اس کو ثابت کیا ہے۔ قال الحلبی فی شرح السنة لانہ مسلم عاصٍ غیر ساعٍ فی الارض فساداً فلا یقاس علی البغاة وقطاع الطریق الخ۔ پھر حدیث مسلم کہ جس کو مذہب حنفیہ کے معارض سمجھا گیا ہے حقیقت میں وہ بھی اس کی مخالف نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز نہ پڑھنا کسی خاص وجہ سے نہ ہو پس اس سے کلیۃً عدم صلاۃ کا حکم نکال لینا قابل غور ہے۔ کیونکہ جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدیون پر محض زجراً نماز نہیں پڑھی بہت ممکن ہے کہ قاتل نفس پر بھی اسی باعث سے نہ پڑھی ہو۔ پس جس طرح مدیون پر نماز نہ پڑھنا آپ ہی تک محدود رکھا گیا، اسی طرح قاتل نفس کا معاملہ بھی سمجھا جائے علی الخصوص جبکہ حضورؐ نے صحابہ کرام کو اس پر نماز پڑھنے سے منع بھی نہیں فرمایا، جو حقیقت میں اس کی بیّن دلیل ہے کہ یہ فعل کسی حکم کلی کا اعلان نہ تھا بلکہ کسی خاص سبب و وجہ پر مبنی تھا، قال الحلبی فی جوابہ انھا لا تقتضی العموم

لاحتمال انه علیه الصلوٰۃ والسلام علم منه امراً تمنع من الصلاۃ علیه علی انه لیس فیه انه منع الصحابة عن الصلوٰۃ علیه فیحمل انه امتنع عنها کما امتنع عن الصلاۃ علی المدیون للزجر لا لانها ممنوعة مطلقاً فلا دلیل علی عدم صلاۃ غیره علیه السلام انتھی. وقد قال علیه الصلوٰۃ والسلام صلوا علی کل بر وفاجر الحدیث وتحقیقه فی شرح المنیه -

(۲) تارکِ صلاۃ باتفاق جمہور علماء اہل سنت کافر نہیں فاسق ہے۔ صرف امام احمد بن حنبلؒ نے اس میں شذوذ کیا ہے کہ تارکِ صلاۃ کو کافر کہا ۔ ورنہ ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ اور ان کے متبعین بیک آواز اس کا خلاف کر رہے ہیں کما ھو مصرح فی کتب مذاہب الثلاثة، اور ظاہر ہے کہ ہر اس مومن پر کہ جس کے دل میں ایمان کی روشنی موجود ہے، اگرچہ کتنا ہی بڑا فاسق کیوں نہ ہو۔ نماز پڑھنی ضروری ہے لہٰذا تارک صلاۃ پر نماز پڑھنی چاہئے ۔ اگر کسی وجہ سے نہ پڑھی جائے تو تین دن تک اس کی قبر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اس کے بعد نہیں، بہر حال جب کہ تارک صلاۃ کافر نہ ہو تو اس پر نماز نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں جن احادیث میں تارک صلاۃ پر کفر کا اطلاق کیا ہے تمام علماء نے ان کی توجیہہ کی ہے کیونکہ اطلاق کفر صرف تارک صلاۃ ہی پر نہیں بلکہ بہت سے مرتکبین کبائر پر کیا گیا ہے پس اگر ظاہری الفاظ پر ہی جمود کیا جائے تو پھر تارکِ صلاۃ کے سوا اور بھی بہت سے مسلمان کافر کہلائیں گے لامحالہ اس طرح کی تمام احادیث کسی ایسے محمل پر اُتاری جائیں گی جو دوسری نصوص صریحہ کے خلاف نہ ہو ۔ اور بخاریؒ نے اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر کفر دون کفر کا باب رکھ دیا ہے۔

وقال الحلبیؒ ثم المراد بهذا الحدیث وامثاله الخ ، عند الجمهور الترك اعتقاداً وهو مختار وجوبها شرح منیه ص ۱۲

الحاصل شروح حدیث مثل فتح الباری، عمدۃ القاری، نوویؒ وغیرہ میں ان احادیث کے معانی پر مفصل بحث موجود ہے ۔ تفصیل دیکھنی ہو تو وہاں دیکھ لی جائے، یہاں تو صرف فتویٰ کی حیثیت کو پیشِ نظر رکھ کر جو کچھ مناسب تھا لکھ دیا گیا۔ حقیقت میں مجیب نے اپنے مدعا کیلئے جس قدر استدلال پیش

کئے ہیں وہ سب واقعیت سے دور ہیں۔ اور آیت ولا تصل علی احد منھم۔ باتفاق مفسرین راس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کو صرف تارک صلاۃ پر نماز نہ پڑھنے سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اسی طرح ابن قیمؒ کا استدلال اگر صحیح مانا جائے تو تب بھی نماز نہ پڑھنے اور زکوٰۃ نہ دینے والے دونوں کی مساویانہ حیثیت نکلتی ہے حالانکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کو کسی نے بھی کافر کہا۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ، عتیق الرحمٰن عثمانی۔

مندرجہ بالا تحقیقی فتویٰ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے خودکشی کرنے والے شخص اور بے نمازی کی نماز جنازہ ادا کئے جانے اور ایسے اشخاص کو سخت گنہگار ہونے کے باوجود دائرۂ اسلام میں ہی رہنے کا حکم فرمایا اور اس مسئلہ میں بخاری شریف، مسلم شریف، فتح الباری شرح بخاری، نووی شرح مسلم کی عبارات نقل فرمائیں، اور ائمہ اربعہ کا مسلک امام ابن قیمؒ کا نقطۂ نظر بھی پیش فرمایا، مندرجہ بالا فتاویٰ سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے۔ کہ حضرت مفکر ملتؒ کے فتاویٰ آپ کے والد ماجد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے فتاویٰ کے مشابہ ہیں۔ اور آپ کا طرز استخراج اور طریقہ استنباط فقیہانہ و مجتہدانہ ہے۔ دہلی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور دیوبند سے جاری کئے گئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ گنج گرانمایہ اور فقہ اسلامی کا عظیم ذخیرہ ہیں۔ اور آپ کے فتاویٰ کو عظیم اسلامی انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ فقہی ابواب کی ترتیب جدید اور تدوین کے بعد زندگی کے ہر پہلو پر حاوی آپ کے فتاویٰ کو اگر کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ تو دیگر اکابر مفتیان ہند کی موجودہ کتب فتاویٰ اور اسلاف کے مجموعہ فتاویٰ کی طرح ارباب افتاء، وکلا، دانشور طبقہ اور عوام و خواص کے لئے رہبر ہدایت ثابت ہوں، اسی طریقہ پر اگر حضرت مفتی صاحبؒ کی دیگر علمی خدمات کا احاطہ کیا جائے اور مفتی صاحبؒ کی درسی تقاریر، عالم اسلام کی مختلف کانفرنسوں میں پڑھے گئے مقالات و مضامین اور ماہنامہ برہان کے ابتدائی دور کے اداریوں کو جمع کیا جائے۔ تو یہ بھی ایک

باقی ص پر

عظیم علمی کارنامہ ہو۔ ساتھ ہی ساتھ ضرورت اس کی بھی ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے جن کتب کے تراجم کئے ہیں یا حواشی تحریر فرمائے ہیں، جیسے علامہ ابن تیمیہؒ کی "الکلم الطیب" اور علامہ ابن جوزی کی کتاب "صید الخاطر" کے مفتی صاحبؒ کے کئے گئے تراجم و حواشی بھی منظر عام پر لائے جائیں، تو یہ بھی آپ کی زندگی کا عظیم کارنامہ ہو۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی ہمہ گیر اور بین الاقوامی شخصیت کی خدمات کا تقاضہ ہے کہ آپ پر ملک کے تمام شہروں اور علاقوں میں سیمینار منعقد کئے جائیں۔ اور آپ کی شخصیت کے مختلف پہلو اجاگر کئے جائیں اور آپ کی قائم کردہ دانش گاہ ندوۃ المصنفین کی تاریخی خدمات اور اس سے شائع ہونے والے لٹریچر کے ذریعہ برصغیر ہند و پاک کی تہذیب پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا جائے۔ درحقیقت حضرت مفتی صاحبؒ اکابر علماء دیوبند کے علوم کے امین اور زمانہ حال کے ایک فقیہ، محقق اور عظیم اسکالر ہیں، ایک عہد، ایک انجمن اور اپنی ذات میں ادارہ ہیں۔ آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کی وفات سے جو کام درمیان میں رہ گئے ہیں خداوند قدوس ان کی تکمیل کا نظم فرمائیں آمین

وما ذالک علی اللہ بعزیزہ

بقیہ صفحہ ۱۳ حضرت مفتی صاحب اور ندوۃ المصنفین

کے نتیجہ میں اسلامی علوم و فنون کا بہت بڑا ذخیرہ کتابی شکل میں سامنے آیا، مفتی صاحب کے اس ایثار و اخلاق کی قدر و قیمت ہمیشہ محسوس کی جائے گی، اور اس کا تقاضا ہے کہ ندوۃ المصنفین زندہ و تابندہ رہے۔

# مغفرت ملت

# حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانیؒ

## متبحر عالم، بے باک قائد اور مخلص رہنما

مولانا فقیہ الدین، مہتمم جامعہ رحیمیہ مہدیان نئی دہلی۔

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی جماعت دیوبند کے ان مایہ ناز بزرگوں میں سے ہیں، جن پر پوری ملت رشک کناں ہے۔ دارالعلوم کے ایسے مایہ ناز سپوت جن پر خود مادرِ علمی فخر کرے۔ جمعیت علماء ہند کی قیادت، مسلم مجلس مشاورت کی صدارت اور ندوۃ المصنفین دہلی کا نظم و انصرام اس گلدستۂ علم و عرفان کے مختلف نکھار اور دیدہ زیب مناظر ہیں۔ حضرت مفتی صاحب اپنے مجاہدانہ اور مخلصانہ کارناموں کے لئے ملتِ اسلامیہ کے مسیحا اور درد آشنا تھے۔ آپ ظلمت کدہ میں قندیل روشن اور گو ہر شب چراغ تھے۔ انہوں نے وقت اور مصلحت کے مدنظر شرر باری بھی کی، اور شبنم ریزی بھی۔ آپ کی دینی، قومی، علمی، ادبی اور معاشرتی خدمات، علمی تبحر، فکری بلندی اور تکمیلِ مقصد کے لئے مخلصانہ اور سرفروشانہ قربانیاں ملتِ اسلامیہ کا عظیم ترین سرمایہ ہیں۔ ؎

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمالِ علم دفن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجالِ علم دفن

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اساتذہ کے اصرار پر برسہا برس دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے منصب کو زینت بخشی۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل گئے، وہاں